اللہ تعالیٰ کی صفت عفو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳؍ جنوری ۱۹۸۴ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل قرآنی آیت تلاوت فرمائی:

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (الشوریٰ:۲۶)

پھر فرمایا:

میں نے چند خطبات پہلے ایک سلسلہ کا آغاز کیا تھا کہ صفات باری تعالیٰ کو ملحوظ رکھتے ہوئے جماعت احمدیہ میں ایک ایک خلق کی خصوصیت کے ساتھ تعلیم دوں۔ اس سلسلہ کا آغاز میں نے امانت سے کیا تھا آج کے موضوع کے لئے میں نے عفو کو چنا ہے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام عَفُوٌّ ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (النساء:۴۴)

عَفُوٌّ کہتے ہیں درگذر کرنے والے کو۔ ''غَفُوْرٌ'' بخشنے والا۔ عفوٌ کا معنیٰ ہے درگزر کرنے والا۔ درگزر کرنے میں ایک اعراض کا پہلو پایا جاتا ہے، بدی کو دیکھنا لیکن اس طرح اس سے آنکھیں چرالینا کہ دیکھنے والا اشر مارہا ہو بدی سے، گویا اس نے کچھ دیکھا ہی نہیں۔ چنانچہ عَفَا کا معنیٰ ہے صاف کر دینا۔ چٹیل چھوڑ دینا۔ ایسی زمین کو بھی عفو کہتے ہیں جہاں کچھ کاشت نہ کیا گیا ہو، خالی پڑی ہوئی ہو اور صفح جو ہے مٹانے کا نام بھی ہے عفو اور صفح دونوں ملتی جلتی صفات ہیں۔ تو

عفوٌ کہتے ہیں ایسی ذات کو جو بدی دیکھتی بھی ہے لیکن اس سے نظریں پھیر لیتی ہے، سلوک ایسا فرماتی ہے جیسے بدی ہوئی ہی نہیں۔ اور غفور میں اس سے اگلا قدم ہے یعنی ایک انسان نے بدی کی اور اس حد تک بڑھ گیا کہ وہ سزا کے نیچے آ گیا اور سزا دینے والے نے سزا کا فیصلہ کر لیا پھر وہ اپنے رب کی طرف یا جس نے بھی اسے سزا دینی تھی اس کی طرف متوجہ ہوا، اس سے معافی مانگی، گریہ وزاری کی تو فیصلہ کرنے کے بعد یا بدی کے اتنا بڑھ جانے کے بعد کہ سزا کی لازماً مستوجب ہو چکی ہو پھر جب بخشا جاتا ہے تو اس کو مغفرت کہتے ہیں اور غفور صفت وہاں کمزور بندوں کے کام آ جاتی ہے۔

تو میں اس پہلے حصہ پر آج کچھ احباب جماعت سے مخاطب ہوں گا یعنی خدا تعالیٰ کی صفت عفو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : هُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاٰتِ۔ وہی ذات ہے جو تمہیں بخشتی بھی ہے جب تم توبہ کرتے ہو تو توبہ کو قبول بھی فرما لیتی ہے لیکن ایک پہلو پر تمہاری نظر نہیں کہ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاٰتِ تمہارے بے شمار نقائص ہیں بہت سی ایسی کمزوریاں ہیں جن کی طرف تمہیں توجہ ہی نہیں، نہ توبہ کا کوئی موقع پیدا ہوتا ہے، ان سے بھی وہ عفو کرتا چلا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات نہیں کہ اس کے علم میں نہیں آتیں بدیاں۔ انسان تو بعض دفعہ غافل ہو جاتا ہے، کوئی بدی، کوئی کمزوری اس کی نظر میں آتی ہی نہیں اس کا نام عفو نہیں ہے۔ فرمایا وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ خوب جانتا ہے کہ تم کیا کر رہے ہو اور پھر اس طرح آنکھیں چرا لیتا ہے تمہاری بدیوں سے گویا وہ تھیں ہی نہیں۔ چنانچہ اس کی ایک مثال دیتے ہوئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے:

وَإِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ (البقرہ: ۵۲، ۵۳)

کہ جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا اور موسیٰؑ کے ساتھ اس کے ساتھیوں کو بھی اپنا قرب نصیب کیا اس کے باوجود ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ اس کے باوجود تم نے بچھڑے کو معبود بنا لیا وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ اور تم کھلم کھلا ظلم کرنے والے تھے۔ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے ، یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ نے تم سے عفو کا سلوک فرمایا۔

مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ تا کہ تم میں شکر پیدا ہو۔ عفو کے نتیجہ میں یہاں خدا تعالیٰ نے اس طرف توجہ دلا دی کہ شکر پیدا ہونا چاہئے۔ اور یہ بھی ایک بہت ہی ضروری قابل توجہ بات ہے جس کو بہت سے لوگ بھلا دیتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں پھر کئی خرابیاں معاشرہ میں پیدا ہو جاتی ہیں۔

تو سب سے پہلے تو میں آپ سے یہ کہوں گا کہ آپ عفو کی عادت ڈالیں عفو کا سلوک کرنا دوسروں سے یہ ایک بہت ہی عظیم خوبی ہے اور انسانی کردار کی تعمیر میں بہت بڑا کام کرتی ہے۔ بدیوں کی موجودگی میں یہ بحث کئے بغیر کہ بدی تھی یا نہیں جہاں تک ممکن ہو، جہاں تک انسانی ذہن یہ فیصلہ کرے کہ اگر میں معاف کروں گا، عفو سے کام لوں گا تو بدی سر نہیں اٹھائے گی بلکہ اس کے نتیجہ میں شکر پیدا ہوگا اور اصلاح ہوگی۔ یہ دو ہیں نتائج جو قرآن کریم سے معلوم ہوتے ہیں کہ عفو کے نتیجہ میں پیدا ہونے چاہئیں۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ فَمَنۡ عَفَا وَ اَصۡلَحَ فَاَجۡرُہٗ عَلَی اللّٰہِ (شوریٰ:۴۱) کہ جو شخص عفو سے کام لے اس شرط پر کہ اس کے نتیجہ میں اصلاح ہو فَاَجۡرُہٗ عَلَی اللّٰہِ اس کا اجر اللہ پر ہے۔ تو دو شرطیں معاف کرنے والے کو ملحوظ رکھنی چاہئیں اور دو شرطیں اس کو بھی ملحوظ رکھنی چاہئیں جس سے عفو کا سلوک ہو رہا ہو۔ عفو کرنے والے کو ہمیشہ قرآن کریم کی تعلیم کے پیش نظر یہ دیکھنا چاہئے کہ میرا عفو اس شخص کی اصلاح کا موجب بن سکتا ہے یا نہیں اور کیا میرے عفو کے نتیجہ میں اس کے اندر جذبات تشکر پیدا ہوں گے یا نہیں۔ بعض دفعہ قومی طور پر ہر شخص کے دل میں جذبات تشکر پیدا نہیں ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ اتنا رحم کرنے والا اور اتنا عَفُوٌّ ہے کہ چند لوگوں کے جذبات تشکر کی خاطر وہ دوسروں سے بھی صرفِ نظر فرما لیتا ہے اس لئے حضرت موسیٰؑ کی قوم کی جو مثال دی گئی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ ہر شخص شکر گزار بندہ بنے گا۔ جیسا کہ اَور مواقع پر اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمت اور شفقت اور رأفت کے نمونے ملتے ہیں جب قوموں سے عفو فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تو ان میں سے بعض کو شکر کا موقع دیتا ہے، جن کے متعلق جانتا ہے کہ وہ شکر کریں گے اور ان کے صدقے دوسری قوم بھی بخشی جاتی ہے۔ مگر جب ہم انفرادی معاملہ کرتے ہیں تو عفو کرنیوالے کا یہ فرض ہے کہ وہ دیکھے کہ اس کے عفو کے نتیجہ میں جذبات تشکر پیدا ہو رہے ہوں یا اصلاح ہو رہی ہو اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو عفو کا مطلب یہ ہے کہ بدی کی حوصلہ افزائی کی جائے اور بعض دوسرے معصوم انسانوں کو بعض دوسرے انسانوں کے ظلم کا نشانہ بنایا جائے تو ان دو شرطوں کے ساتھ عفو ہے لیکن جہاں ملکیت ہو وہاں

یہ دو شرطیں بھی باقی نہیں رہتیں بعض دفعہ، جہاں معاف کرنے والا کسی کو معاف کرتا ہو اور اس کے نتیجہ میں وہ غیروں کے اوپر کوئی ظلم نہ کر سکے، معاف کرنے والے کو مزید دکھ دے وہاں یہ شرط نہیں ہے کہ ضرور اصلاح ہو۔ وہاں جتنا بھی دکھ برداشت کر سکتا ہے معاف کرنے والا وہ کرتا چلا جائے اس کا اجر خدا تعالیٰ اس کو دیتا چلا جائے گا۔

تو عَفَا وَ اَصۡلَحَ میں یہ تیسری بات بھی خاص طور پر پیش نظر رکھیں، ایک سوسائٹی کا مجرم ہے اس کو معاف کرنے کے لئے آپ مالک نہیں ہیں اس لئے آپ پابند ہیں کہ اصلاح کو ملحوظ رکھیں اور یہ نہ ہو کہ معاف کیا جانے والا بعد میں دندناتا پھرے اور کہے کہ دیکھو جی یہاں کچھ نہیں بنتا کچھ نہیں ہوتا اور دوبارہ جرم پر اس کا حوصلہ بڑھ جائے۔ لیکن اگر آپ کے خلاف کسی نے زیادتی کی ہے، آپ کے خلاف جرم کیا ہے تو وہاں یہ شرط لازمی نہیں ہے آپ جتنا معاف کر سکتے ہیں جتنا آپ میں حوصلہ ہے اتنا ہی اس کے ساتھ شفقت اور رأفت کا سلوک کرتے چلے جائیں اور عفو سے کام لیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان آیات کی جو عملی تفسیر فرمائی اس سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیا میں جتنی مصیبتیں ہیں ان کا ایک بہت بڑا حصہ عفو کی کمی کی وجہ سے ہے اور جرائم کی حوصلہ افزائی کے نتیجہ میں مصیبتیں پھیلتی ہیں اور تمہارے جرائم اگر سارے کے سارے اس طبعی نتیجہ تک پہنچیں جس تک جرم کو پہنچنا چاہئے یعنی تم سزا پاؤ اس کے نتیجہ میں دکھ اٹھاؤ تو بے انتہا مصائب سے دنیا بھر جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عفو ہے۔ کہ تمہارے بہت سے جرائم ایسے ہیں جن سے وہ صرف نظر فرماتا چلا جاتا ہے اور تم ان کا لازمی طبعی نتیجہ نہیں دیکھتے۔ اپنے جرموں کی سزا سے بچ جاتے ہو اور اس کے نتیجہ میں سوسائٹی میں اتنے دکھ نہیں ہیں جتنے تمہیں نظر آ رہے ہیں۔

تو گویا جو کچھ تم دیکھ رہے ہو دکھوں کی شکل میں نہ صرف یہ کہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے، بلکہ ساری کمائی نہیں اس کا محض ایک حصہ ہے۔ اگر تمہارے جرائم کی سب کی سزا دی جائے تو انسان کا اس دنیا میں زندہ رہنا مشکل ہو جائے بلکہ قرآن کریم سے تو پتہ چلتا ہے کہ جانور بھی زندہ نہ رہ سکیں، دَآبّۃٌ بھی اس دنیا سے مٹا دیئے جائیں اگر انسان کے جرائم کو دیکھا جائے (فاطر: ۴۶) کیونکہ دَآبّۃٌ تو انسان کی خاطر پیدا کئے گئے ہیں۔ اگر انسان نے ہی زندہ رہنے کا حق چھوڑ دیا تو اس کی خاطر جو چیزیں پیدا کی گئی ہیں ان کے زندہ رہنے کا بھی کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

لیکن بعض لوگ عفو نہیں کر سکتے اور ان کو عفو پر مجبور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اتنی عظیم الشان عدل کی تعلیم ہے کہ اگر اس کو رائج کیا جائے دنیا میں تو دنیا کے اکثر مصائب محض اسی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں ختم ہو سکتے ہیں۔ فرماتا ہے، عفو جو ہے یہ احسان کے ساتھ تعلق رکھنے والا جذبہ ہے، یہ لازمی نہیں ہے اس لئے اگر تم عفو نہیں کر سکتے اور لازماً سزا دینا چاہتے ہو کسی کو تو پھر صرف یہ شرط ہے کہ جتنا جرم، جتنی بدی کی گئی ہو اتنا ہی تم نے بدلہ لینا ہے اس سے آگے ایک قدم بھی تمہیں جانے کی اجازت نہیں۔ یہ وہ عظیم الشان اسلامی تعلیم ہے جس کو اگر آج دنیا میں نافذ کیا جائے تو یہ جو خطرات کے مہیب بادل جو چھائے ہوئے ہیں اور کڑکنے بھی لگے ہیں۔ اب ان کی گرجیں سنائی دینے لگی ہیں، یہ سارے بادل کافور ہو سکتے ہیں کیونکہ جیسا کہ میں نے پہلے بھی ایک دفعہ بتایا تھا دنیا میں جتنی جنگیں ہیں جو ہو چکیں، ان سب کے پس منظر میں بعض اسلامی تعلیمات کو بھلا دینا آپ کو دکھائی دے رہا ہوگا۔ ہر جنگ سے پہلے کے حالات پر آپ غور کریں تو لازماً اسلامی تعلیم کو نظر انداز کرنے کے نتیجہ میں وہ جنگیں پیدا ہوئیں اور ہر جنگ کے بعد کے جو حالات ہیں ان کے نتیجہ میں اگلی جنگیں پیدا ہوئیں اس لئے کہ جنگ کے بعد کے حالات میں بھی انسان نے اسلامی تعلیم پر نظر نہیں رکھی، اس پر عمل نہیں کیا۔ چنانچہ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (الشوریٰ: ۴۱) میں خدا تعالیٰ نے نہ فرد کو اجازت دی نہ قوم کو اجازت دی کہ اگر تم سے بدی کی جاتی ہے تو اس سے بڑھ کر تم بدلہ لو۔ صرف ایک ایسی چیز ہے جو بدلہ لینے والوں کو مجبور کر دیا کرتی ہے قومی لحاظ سے کہ بدی سے بڑھ کر وہ بدلہ لیں اور وہ بعض دفعہ انفرادی طور پر بھی ہمیں دکھائی دیتی ہے۔ بعض لوگ تو ویسے ہی منتقم اور مغلوب الغضب ہوتے ہیں میں ان کی بات نہیں کر رہا، عام درمیانی انسانی فطرت رکھنے والے لوگوں سے متعلق آپ غور کر کے دیکھیں کہ جب وہ بدی کا بدلہ لیتے ہیں اور زیادتی کرتے ہیں تو اس کے پیچھے ایک محرک ہوتا ہے اور یہی محرک جو ہے قوموں کو بھی بدی سے بڑھ کر بدلہ لینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ وہ محرک یہ ہوتا ہے کہ انکو خوف ہوتا ہے کہ جس شخص نے ہم سے زیادتی کی اگر ہم نے اتنا ہی بدلہ لیا جتنا اس نے ظلم کیا تھا تو یہ اتنا کمزور نہیں ہوگا، اتنی سخت اسکو سزا نہیں ملے گی کہ اس کے نتیجہ میں آئندہ جرأت نہ کر سکے۔ تو وہ توڑنا چاہتے ہیں بد کی طاقت کو باوجود اس کے کہ اس نے تھوڑا ظلم کیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس کے اندر سے آئندہ بدی کی طاقت چھین لی جائے یعنی اس کو اتنا کمزور اور بے کار کر دیا جائے کہ پھر یہ اٹھ نہ سکے۔ اس کے نتیجہ

میں زیادتیاں ہوتی ہیں اور ظلم ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی چونکہ بہت باریک نظر ہے فطرت پر، فطرت کا پیدا کرنے والا وہ ہے، اس کے ہر پہلو سے واقف ہے اس لئے قرآن کریم بھی کوئی پہلو فطرت کا باقی نہیں چھوڑتا اور ہر ایک کا جواب دیتا ہے۔ چونکہ بڑی بڑی قومیں لڑائیوں کے بعد ہمیشہ یہ ردّعمل دکھاتی ہیں کہ جن لوگوں کی وجہ سے جنگیں ہوئی تھیں انہیں ٹکڑے ٹکڑے کرو، ان کو دنیا میں بکھیر دو، ان کے اندر اتنی سکت نہ باقی رہنے دو کہ وہ پھر اٹھ سکیں اس کے نتیجہ میں ان کا حکم تو نہیں چلتا، قانون قدرت چلتا ہے اور وہ مظالم ان کے اندر ڈوب جاتے ہیں، ان کا جزو بن چکے ہوتے ہیں اور ان کی رگوں میں دوڑتا رہتا ہے ان مظالم کا خون اور جب بھی ان کو توفیق ملتی ہے وہ پھر اپنا بدلہ لینے کے لئے اٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔

دو دفعہ جرمن قوم سے ایسا ہو چکا ہے اور تیسری دفعہ بھی اس کا بیج بویا جا چکا ہے۔ جب برلن کو تقسیم کیا جا رہا تھا اور جرمنی کو تقسیم کیا جا رہا تھا تو روز ویلٹ ، چرچل اور سٹالن باتیں کر رہے تھے کہ اس قوم نے دو دفعہ دنیا کی تباہی کے سامان پیدا کئے ہیں اور دونوں دفعہ جو ہم نے یہ ذرائع اختیار کئے وہ کافی نہیں تھے یعنی اس کے نتیجہ میں ہم نے جو ان پر ظلم کیا وہ کافی نہیں تھا اس لئے اب اس قوم کو اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دو کہ کوئی سوال ہی باقی نہ رہے اگلی جنگ کا اور اب وہی Divided جرمنی جو دو حصوں میں بٹ چکا ہے وہی بہت بڑے خطرات کا موجب بن چکا ہے، دو Polarisation وہاں ہو چکی ہیں، ایک مشرق کا کیمپ اور ایک مغرب کا کیمپ، اب جرمن، جرمن سے نفرت کرنے لگا ہے اور سب سے بڑا خوف جو مغربی جرمنی میں نظر آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ پہلی جنگ میں تو ہم غیروں سے لڑا کرتے تھے اب جرمن، جرمن کا خون پئے گا اور جرمن، جرمن قوم کو ہلاک کرنے کا سامان پیدا کرے گا۔

تو اسلامی تعلیم کو بھلانے کے نتیجہ میں کوئی فائدہ تو نہ پہنچا دنیا کو اور کوئی صورت ان کی نہیں بنتی کہ کس طرح ان مظالم کا خاتمہ کر سکیں۔ سیدھا سادہ قرآنی اصول تھا جس کو بھلانے کے نتیجہ میں وہ اس مخمصے میں پھنس چکے ہیں۔ ایک ظلم کے نتیجہ میں اگر بدلہ ظلم سے نہ بڑھے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف یہ ذریعہ ہے ظلم کو ختم کرنے کا اور یہ کم از کم ذریعہ ہے، اگر عفو سے کام لو گے تو زیادہ امکان ہوگا ظلم کے غائب ہونے کا، اگر درگزر کے بعد مغفرت بھی کرو گے تو اس سے بھی اور زیادہ امکانات ہو جائیں گے ظلم کے مٹنے کے لیکن اگر تم یہ ترکیب اختیار کرو گے اللہ کے قانون سے جنگ کرتے ہوئے کہ جتنا

ظلم کیا ہے اس سے زیادہ ظلم کریں گے اور توڑ کر رکھ دیں گے اس سے دنیا کو ظلم سے نجات دیں گے تو یہ ترکیب نہیں چلے گی ، نہ پہلے کبھی چلی ہے نہ آئندہ چل سکتی ہے کیونکہ قرآنی تعلیم کے مخالف ہے۔اس کو کہتے ہیں ایسی تعلیم جو زور بازو سے منوالیتی ہے قوموں کو اپنی فضیلت کو اور مجبور کر دیتی ہے مخالفین کو بھی کہ اس سے بہتر دکھا ہی کچھ نہ سکیں۔ حیرت انگیز کتاب ہے یہ کوئی عقل دنیا کی، کوئی Logic، کوئی تاریخ کا تجربہ اس کی تعلیم کو جھٹلا نہیں سکتا۔

لیکن اس خطرہ کی نشاندہی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس بات کی فکر نہ کرو کہ اگر تم ظلم کا بدلہ اس سے بڑھ کر نہیں لو گے تو تم سے کیا ہوگا۔ فرمایا چونکہ ہم تمہیں یہ تعلیم دے رہے ہیں ہم اس بات کے ضامن ہیں اور اس ضمانت میں قرآن کریم کی تعلیم کا حسن یہ ہے کہ کافر اور مومن میں کوئی فرق نہیں کیا، انسان کو بحیثیت انسان مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر تم ظلم کے بدلہ میں زیادتی سے کام نہیں لو گے اور وہاں ٹھہر جاؤ گے جہاں تک ظلم پہنچا تھا ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھو گے تو تمہیں یہ جو خوف لاحق ہے کہ وہ تمہارے اوپر بغاوت کرے گی وہ قوم اور دوبارہ تمہیں تباہ کر دے گی فرمایا اس کے ہم ضامن ہیں۔اتنی حیرت انگیز ضمانت ہے کہ حیران ہوتا ہے قرآن کریم کو انسان پڑھ کر کہ ساری دنیا کو مخاطب کرتا ہے اور ساری دنیا کی ایسی ضمانت دیتا ہے جس کی کوئی مثال کہیں کسی کتاب میں نظر نہیں آتی فرمایا:

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ (الحج:۶۱)

تم بڑے بے وقوف ہو جو اس بات سے ڈر رہے ہو کہ اگر تم نے ظلم کے بدلہ میں زیادتی نہ کی تو یہ قوم اٹھ کھڑی ہوگی اور تمہارے خلاف بغاوت کرے گی اور پھر تمہیں کمزور دیکھ کر تم پر قابض ہو جائے گی ، یہی خطرہ ہے تمہیں؟ فرمایا لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ اگر ہماری خاطر تم ظلم سے رکو گے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ یقیناً اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔اور یادرکھو کہ یہ تو ادنیٰ سی بات ہے جس کی توقع تم سے رکھتا ہے اللہ تعالیٰ . اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ خدا تو عفو کرنے والا ہے اور عفو کے بعد بخشش بھی کرنے والا ہے یعنی صرف نظر کے بعد جو گناہ بچ جاتے ہیں ایسے کہ ان کی سزا دینی پڑتی ہے عام حالات میں یا سزا کا فیصلہ کر لیا جاتا ہے، ان سے بھی وہ بخشتا ہے۔

تو اگر دنیا میں سچا امن قائم کرنا چاہتے ہو تو لازماً ان تین چیزوں کو اختیار کرنا پڑے گا۔ سب سے پہلے جرم سے بڑھ کر سزا نہ دینا۔ دوسرا عفو کرنا یعنی جرائم دیکھنا اور آنکھیں پھیر لینا گویا وہ تھے ہی نہیں، اور تیسرا جرائم اگر بڑھ چکے ہوں اور انسان مرتکب ہو چکا ہو اور سزا کا حق رکھتا ہو پھر بھی اس سے بخشش کا سلوک کرنا۔

یہ قومی تعلیم صرف نہیں ہے بلکہ انفرادی بھی ہے اور اہلی زندگی اور عائلی زندگی کو جنت بنانے کے لئے بھی بہت ضروری ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جو اکثر ہمارے گھروں میں دکھ پھیلے ہوئے ہیں، مصیبتیں ہیں، لڑائیاں ہیں، ماحول تباہ ہو رہا ہے، اس کی ایک وجہ یہی ہے جس طرح ساری دنیا کا امن برباد ہو چکا ہے اس تعلیم کو بھلانے کے نتیجہ میں، عفو کے نہ ہونے کے نتیجہ میں اسی طرح گھروں کی تباہیاں بھی عفو کے نہ ہونے کے نتیجہ میں ہیں۔ بعض بیویاں یہ ثابت کرنے کے بعد کہ خاوند نے یہ غلطی کی ہے وہ سمجھتی ہیں کہ اب اس کے بعد لازماً میرا فساد کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ چونکہ وہ غلطی کرتا ہے اس لئے اب مجھے حق ہے فساد کا اور میں ضرور کروں گی۔ اور جب وہ فساد کرتی ہے تو اتنا نہیں کرتی جتنا خاوند کی غلطی تھی اس سے چار قدم آگے بڑھ جاتی ہے۔ اوپر سے کہتے ہیں جیسی روح ویسے فرشتے، پھر ان کو خاوند بھی بعض ایسے ملے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں اچھا اب تم بولنے پر آئی ہو تو میں پھر تمہیں چار تھپڑ نہیں بلکہ سولہ تھپڑ ماروں گا تمہیں۔ ایک گھر جو جنت کے لئے بنایا گیا جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ اس لئے پیدا کیا گیا کہ تمہیں سکینت ملے وہ جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے۔ یعنی پہلا قدم ہی سوسائٹی میں نہیں اٹھایا گیا، عفو تو بعد کی بات ہے، پہلے یہ بھی نہیں سوچا جاتا کہ جتنا جرم ہوا گر تم معاف نہیں کر سکتے تو کم سے کم اس سے آگے نہ بڑھو۔

تو اگر احمدی اپنے گھروں کو جنت کا نمونہ بنانا چاہتے ہیں تو اس بات کو مضبوطی سے پکڑ کر بیٹھ جائیں۔ اگر وہ کسی قیمت پر معاف نہیں کر سکتے اور ایک احمدی سے یہ توقع میں نہیں رکھتا کہ وہ اس ادنیٰ درجہ پر آ کر ٹھہر جائے، انہوں نے تو دنیا میں بڑے بڑے کام کرنے ہیں ساری دنیا کو اخلاق حسنہ سکھانے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے مکارم الاخلاق سے آشنا کرنا ہے یہ کوئی رتبہ ہے ان کا کہ چھوٹی سے چھوٹی بات پر جس کو قرآن کراہت کے ساتھ قبول کر رہا ہے اس پر اٹک کر بیٹھ جائیں کہ ہمارے لئے یہی کافی ہے؟ ان کے متعلق تو میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ کی خدمت

میں ایک ایسا شخص حاضر ہوا جس کا کوئی عزیز قتل ہو گیا تھا، وہ اس کا ولی تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اسی کو معاف کر دو۔ اس نے کہا نہیں میں معاف نہیں کر سکتا۔ آپؐ نے فرمایا دیت لے لو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں یہ بھی نہیں کر سکتا۔ آپؐ نے پھر اس کو نصیحت فرمائی، اس نے پھر اعراض کیا۔ آپؐ نے فرمایا اچھا ٹھیک ہے پھر تم اپنا بدلہ لو اور بعد میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو یہ کر رہا ہے یعنی خدا تعالیٰ کے عفو سے اپنے آپ کو محروم کر بیٹھا ہے یہ شخص۔ وہ بڑے زور شور سے بدلہ لینے جا رہا تھا پیچھے سے ایک صحابیؓ دوڑا اور اس نے کہا، سنا ہے تم نے کہ تمہارے متعلق رسول کریم ﷺ نے کیا کہا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ فرمایا ہے۔ اس نے کہا اگر ایسا فرمایا ہے تو میں اپنا بدلہ نہیں لیتا، میں باز آتا ہوں، تو یہ ہے آنحضرت ﷺ کی توقع اپنی امت سے۔

یہ خیال غلط ہے کہ یہ مسلمانوں کے لئے تعلیم ہے۔ میرا نظریہ یہ ہے کہ چونکہ سارے عالم کو قرآن کریم مخاطب کرتا ہے اور بنی نوع انسان اس کے کم از کم مخاطب ہیں اس لئے قرآن کریم ہر قسم کی تعلیم اپنے اندر رکھتا ہے اور یہ عام بنی نوع انسان سے توقع ہے کہ کم از کم اتنا تو کریں کہ اگر وہ انسانیت کو دکھوں سے بچانا چاہتے ہیں تو جب بدلہ لیں تو اتنا ہی لیں جتنا کہ قصور کیا گیا ہے اس سے آگے نہ بڑھیں لیکن امت محمدیہ کی یہ شان نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ اتنا ہی کریں تو اس پر کسی کو طعنہ زنی کا حق نہیں رہے گا، یہ الگ بات ہے یعنی وہ شامل تو ہیں اس میں لیکن بنی نوع انسان کے ایک عام فرد کے طور پر۔ اُمت محمدیہ کے لحاظ سے جو ان کی شان ہے وہ اس سے بہت بالا ہے، وہ تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے نمونے ہی ہیں۔ آپؐ نے ان آیات سے جو سمجھا اس کے بعد اپنی زندگی میں جو عملی تفسیر فرمائی ہمارے لئے تو وہی ہے، تو بہر حال ایسے لوگ بھی ہیں جو گھروں کو جنت کی بجائے جہنم میں بدلتے ہیں، معاف نہیں کر سکتے۔ لیکن کم از کم انسان تو بنیں، قرآن جو انسانیت کے متعلق ادنیٰ توقع رکھتا ہے وہ تو دکھائیں، اگر وہ معاف نہیں کر سکتے تو پھر جتنا جرم ہے اس سے آگے نہ بڑھیں لیکن افسوس ہے کہ بہت سی خرابیاں اس وجہ سے ہیں کہ بدلہ بھی لیتے ہیں اور پھر ظلم کرتے ہیں بدلہ کے وقت۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جی ہمارے بیوی اور بچوں نے ظلم کئے ہیں اور یہ یہ حرکتیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ٹھیک ہے ہمیں علم ہے کہ تمہاری بیویوں میں سے، تمہاری اولادوں میں سے تمہارے دشمن بھی ہیں یعنی عام کمزوریاں تو الگ ہیں، خدا تعالیٰ کے علم میں ہے کہ تم سے دشمنی کرنے

والے تمہارے گھروں میں موجود ہوتے ہیں بعض دفعہ، بدنیتی کے ساتھ بھی تمہیں نقصان پہنچاتے ہیں یا بعض دفعہ ان معنوں میں دشمن بن جاتے ہیں کہ تمہاری محبت ان کو بگاڑ دیتی ہے اور پھر وہ عملاً تم سے دشمنی کر رہے ہوتے ہیں، جب بدیاں کرتے ہیں تو تم ان میں ذمہ دار ہو جاتے ہو۔ بہر حال اس کے کئی معنی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کے باوجود ہم تمہیں یہ تعلیم دیتے ہیں کہ اپنے خاوندوں کے جرائم دیکھو، اپنی بیویوں کے جرائم دیکھو، اپنی اولاد کی غفلتیں اور کوتاہیاں دیکھو پھر بھی حکم یہ ہے کہ

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵﴾ (التغابن:۱۵)

کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تمہاری بیویوں میں سے یا خاوندوں میں سے اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن بھی ہیں ان سے بچو! اتنا تو تم تمہیں حق ہے کہ ان کی بدیوں سے یا ان کے بدافعال کے بدنتائج سے بچنے کی کوشش کرو لیکن یہ کہ پھر معاف نہیں کرنا، انکو مارنا پیٹنا ہے ان سے بدلے اتارنے ہیں یا مظالم کرنے ہیں اس کی خدا تعالیٰ تمہیں اجازت نہیں دیتا۔

وَاِنْ تَعْفُوْا پہلی بات یہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کہ تم عفو سے کام لو اور اس طرح رہو گویا بہت سے بدیاں تم دیکھ ہی نہیں رہے۔ وَتَصْفَحُوْا صفح اس سے اگلا مقام ہے۔ صفح اس طرح اڑا دینے کا نام ہے ایک چیز کو کہ کوئی نشان بھی اس کا باقی نہ رہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَتَصْفَحُوْا، صفح سے بھی کام لو اور اس میں ایک خوش خبری بھی دی گئی ہے کہ عفو کے نتیجہ میں صفح پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر عفو کا تجربہ کریں آپ، بار بار عفو سے کام لیں تو آپ دیکھیں گے کہ بسا اوقات عفو جو ہے بدیوں کو اڑا لے جاتا ہے اور نشان ان کے مٹا دیتا ہے۔ تو فرمایا وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا اگر تم عفو سے کام لو وَتَصْفَحُوْا اور اس کے نتیجہ میں تمہیں یہ طاقت بھی نصیب ہو جائے کہ یہ خرابیاں گھر کی دور ہونی شروع ہو جائیں تو بہت بہتر ہے وَتَغْفِرُوْا لیکن اگر بدیاں کچھ باقی رہ جاتی ہیں اور سزا کو دل چاہتا ہے تو پھر بھی ہم تمہیں کہتے ہیں کہ مغفرت سے کام لو حتی المقدور۔ کیوں؟ اس لئے کہ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کہ اللہ صرف عفو کرنے والا نہیں بلکہ بے حد مغفرت کرنے والا ہے اور بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔

آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۲۰۰﴾

(الاعراف: ۲۰۰)

آنحضرت ﷺ تو مجسم عفو تھے۔ خدا کی صفات میں رنگین تھے پھر آپ کو یہ حکم کیوں دیا گیا ہے، بظاہر یہ عجیب بات لگتی ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ بعض احکامات آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے دیئے جاتے ہیں اور ساری قوم مراد ہوتی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ پر سب کی نظر ہے۔ آپؐ سے بے انتہا محبت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ آپؐ کو حکم دیتا ہے کہ جو بندہ مجھے سب سے پیارا ہے اس سے میں کیا توقع رکھ رہا ہوں اس طرح قوم کو ایک تلقین، تحریص کی جاتی ہے نیکیوں کی۔ تو یہ مراد نہیں تھی کہ آنحضرت ﷺ کو ضرورت تھی، آپؐ تو نبوت سے پہلے ہی بے حد عفو کرنے والے تھے۔ تو خاص طور امتّ محمدیہ کو غیر معمولی جب کسی نیکی کی طرف توجہ دلانا ہو یہ قرآن کا اسلوب ہے تو پھر آنحضرت ﷺ کو انفرادی طور پر چنتا ہے اور آپؐ کو وہ حکم دیتا ہے تا کہ اس مرکز سے پھر انتشار ہو خیر کا۔ آنحضرت ﷺ کو یہ بھی فرمایا وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ اور بہترین رنگ میں عفو کی تعلیم بھی دو، عرف اس نیکی کو بھی کہتے ہیں جو معروف ہو، عام دنیا میں رائج ہو اور اس نیکی کو بھی کہتے ہیں جو نیکیوں میں بھی ایک نمایاں شان رکھتی ہو۔ تو چونکہ عفو کا ذکر فرمایا ہے اس لئے اوّل معنیٰ اس کا یہ ہوگا وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ کہ عفو کے معاملہ میں بہترین تعلیم دو بنی نوع انسان کو۔ اس ضمن میں چند احادیث میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ نے اس پر کیسے عمل فرمایا اور کس رنگ میں تعلیم دی۔

ایک مرتبہ آنحضور ﷺ نے تحریک فرمائی کہ صدقہ دو یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرو کچھ لوگ سونا لائے، کچھ چاندی لائے، کچھ غلہ لائے، کچھ کھجور لے آئے۔ ایک شخص کے پاس اور کچھ نہیں تھا کھجور کے چھلکے ہی اُٹھا لایا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس تو یہی ہے، میں یہ حاضر کر دیتا ہوں۔ ایک شخص آیا اور عرض کیا میرے پاس تو یا رسول اللہ! کچھ بھی نہیں ہے لیکن میں اپنی آبرو صدقے میں پیش کر دیتا ہوں اگر کوئی مجھ سے زیادتی کرے گا، مجھے برا بھلا کہے گا تو میں غصے نہیں ہوں گا۔ اس آدمی کے کچھ لوگ بعد میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا تم میں سے ایک آدمی نے ایسا صدقہ کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا ہے۔ کتنی پیاری ہے یہ حدیث!

اور کیسا پیارا رنگ ہے لوگوں کو نصیحت کرنے کا! وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ پر عمل درآمد اس کو کہتے ہیں۔ اس میں ایک اور پہلو کی طرف بھی توجہ دلا دی گئی کہ بہت سی جگہ عفو کی راہ میں عزت نفس حائل ہو جاتی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ باقی چیزیں تو چلو معاف ہوگئیں چوری کر لی یا کچھ تھوڑا سا نقصان پہنچا گیا لیکن میری عزت پر حملہ کرتا ہے یہ میں کس طرح معاف کر دوں، اس کا تو میں نے بدلہ لینا ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے ہمیں مطلع کیا کہ عزت کے معاملہ میں درگزر کرنا، عزت پر جو ہاتھ ڈالتا ہو اس کو معاف کرنا یہ اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا ہے کہ اس نے اپنے رسول (ﷺ) کو خود خبر دی کہ اس شخص کی یہ نیکی میں نے قبول فرمالی ہے، مجھے بہت پسند آگئی ہے اور آپ دیکھ لیں ہماری معاشرتی خرابیوں میں سے بہت سے خرابیاں اس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں کہ عزت نفس کے معاملہ میں آکر لوگ کہتے ہیں کہ اس نے میری بے عزتی کی ہے ہم تو کبھی معاف نہیں کریں گے۔

ابھی چند دن ہوئے ایک خاندان کا جھگڑا آیا انہوں نے بڑے درد کا اظہار کیا دونوں طرف سے کہ جی ہمارے درمیان ناچاقی ہوگئی ہے، بڑے اکٹھے تھے، بڑے محبت کا معاملہ تھا اور اب ہم الگ الگ ہوگئے ہیں، پھٹ گیا ہے خاندان، دعا کریں۔ میں نے کہا دعا کا معاملہ تو بعد کا ہے، پہلے یہ بتاؤ کہ یہ کیوں ہو رہا ہے آخر کیوں تم لوگ صلح نہیں کرتے؟ تو جواب یہ دیا کہ جی اب کیسے صلح ہو سکتی ہے؟ انہوں نے تو بے عزتی کر دی ہماری۔ گویا بے عزتی کے بعد صرف دعا ہی رہ جاتی ہے اور کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا۔ حالانکہ دعا کی قبولیت کا اصول یہ ہے کہ جس صفت میں آپ اللہ کے مشابہ ہوں گے اس معاملہ میں آپ کی دعائیں قبول ہوں گی یہ آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں بالارادہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنائیں جس صفت کو آپ اپناتے ہیں اس صفت میں اللہ تعالیٰ آپ سے حیا کرے گا اور آپکی دعائیں ضرور سنے گا۔ جو لوگ رب بنتے ہیں لوگوں کے، ربوبیت اختیار کرتے ہیں وہ جب دعا کرتے ہیں اے خدا مصیبت پڑ گئی ہے ہم ضرورتمند ہو گئے ہیں ہماری مدد فرما تو ہو کیسے سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ سنے، وہ تو ان کے کہے بغیر بھی سننے لگ جاتا ہے، ایسا پیار کا سلوک ان سے فرماتا ہے کہ جو دوسروں کی ضرورتیں پوری کر رہے ہوتے ہیں، ان کی ضرورت میں خود لگ جاتا ہے۔

تو ہر صفت کے متعلق یاد رکھیں کہ جو کچھ آپ اپنے رب سے توقع رکھتے ہیں آپ کی دعا میں سنجیدگی اور سچائی پیدا نہیں ہو سکتی جب تک ویسا بننے کی کوشش نہ کریں۔ آپ تو لوگوں سے اس قدر

رعونت کا سلوک کریں کہ اس نے ہماری عزت پر ہاتھ ڈال دیا ہے اس لئے ہم اسے معاف نہیں کر سکتے اب کبھی، اس نے گھر نہیں بلایا اس نے فلاں وقت دعوت نہیں دی۔ یعنی ایسے ایسے بھی مقدمات آئے ہیں کہ میاں بیوی کی آپس میں ناچاقی اور پھر میاں بیوی کے خاندان کی دوسرے خاندان سے ناچاقی اور کئی کئی سال تک پھٹ گئے ہیں دل اور ایک دوسرے سے ملنا جلنا بند ہو گیا اس لئے کہ بیوی کے ماں باپ نے اپنے فلاں عزیز کی شادی پر زبانی پیغام بھیج دیا تھا کہ ’’آجانا‘‘ کارڈ نہیں بھیجا یا الگ رقعہ لکھ کر نہیں بھیجا، یہ آپ ہنس رہے ہیں کہ یہ بڑی جہالت ہے لیکن اس جہالت میں ہیں مبتلا لوگ۔ اپنے اوپر جب پڑتی ہے بات تو اپنی عزت اتنی پیاری لگتی ہے آدمی کو کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کی خاطر ہر حماقت جائز ہے۔ تو آنحضرت ﷺ کو اللہ نے جو حکم دیا اس میں ساتھ یہ بھی فرمایا:

وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ

جاہلوں سے اعراض کرنا۔ بڑے لوگ دنیا میں جاہل پھرتے ہیں۔ تو عزت نفس بہت بڑا عذر سمجھا جاتا ہے بدلہ لینے کا اور معاف نہ کرنے کا۔ تو آنحضرت ﷺ نے ایسے پیارے انداز میں اس کو ہمارے سامنے کھول کر رکھ دیا اس کمزوری کو اور اس کا حل بھی پیش فرما دیا کہ دیکھو ایسے ایسے بھی خدا کے بندے ہیں جب ان کے پاس کچھ پیش کرنے کے لئے نہیں تھا تو انہوں نے کہا کہ اللہ کی خاطر ہم عزت پیش کرتے ہیں، ہماری جو چاہو بے عزتی کر لو ہم آگے سے جواب نہیں دیں گے۔ اور اس کے نتیجہ میں اللہ اتنا خوش ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کو خود بتایا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا اپنا نقصان ہو اور باز نہ آرہا ہو کوئی اور اس کے نتیجہ میں دوسروں کا کوئی نقصان نہ ہو وہاں اصلاح کی شرط لازمی نہیں ہے، وہاں یہی تعلیم ہے کہ جتنا ہو سکتا ہے ممکن اتنا صبر کرتے چلے جاؤ اور اپنے حقوق کی ادائیگی سے غافل نہ رہو۔ چنانچہ اس ضمن میں حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے کچھ رشتہ دار ہیں اور میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ قطع تعلق کرتے ہیں۔ یعنی میں تو ان کے سارے حقوق ادا کرتا ہوں رحمی رشتوں کے نتیجہ میں جو پیدا ہوتے ہیں اور وہ ان حقوق کو کاٹتے چلے جاتے ہیں، میں معاف کرتا ہوں اور وہ ظلم کرتے چلے جاتے ہیں، میں اچھا سلوک کرتا ہوں اور وہ بدسلوکی کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس

سے زیادہ کیا مضبوط کیس بنایا جاسکتا ہے اس بات کے لئے کہ رسول اللہ ﷺ اجازت دے دیتے کہ ہاں اب تم بھی شروع کردو ویسے ہی۔ بہت زبردست وکالت کی ہے اس شخص نے اپنے حق میں کہ مجھے اب اجازت دے دیں کہ میں بھی پھر ان سے وہی کروں جو وہ کرتے ہیں اور پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ! اب بتائیں کہ کیا میں بھی ان سے ویسا ہی سلوک کرسکتا ہوں جیسا وہ مجھ سے کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ''نہیں اس طرح تم سب چھوڑ دیئے جاؤ گے'' عجیب کلام ہے اتنی حکمت ہے اس میں، اتنی گہرائی ہے، آپ سوچیں ذرا کہ اس فقرہ میں کیا فرما دیا آپؐ نے! آپؐ نے فرمایا ان کو خدا چھوڑ چکا ہے، تمہیں نہیں چھوڑا ہوا، کتنا ظلم ہوگا کہ تم سارے کے سارے چھٹ جاؤ خدا سے، تم سب کو خدا متروک فرما دے، یہ نہ کرنا، کچھ تو خاندان کے لوگ ہوں جن سے اللہ پیار کا تعلق قائم رکھے، ان کو بھی چھوڑ دیا تمہیں بھی چھوڑ دے گا، پھر تو تمہارا سارا خاندان ہلاک ہو جائے گا۔

اکثر جو خاندانی جھگڑے ہیں ان میں ایک یہ وجہ ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ اب تو ہمارا حق ہو گیا ہے، اتنی زیادتی ہو چکی ہے کہ اب ہم آگے سے شروع کردیں اور دونوں فریق چونکہ اپنے آپ کو مظلوم سمجھ رہے ہوتے ہیں اس لئے دونوں طرف سے یہ احساس بڑھتا چلا جاتا ہے اور کسی طرح صلح ہونے میں ہی نہیں آتی۔ دیکھئے آنحضرت ﷺ کیسا پیارا جواب دیتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں تم فضیلت کو اختیار کرو۔ ان سے صلہ رحمی کرو کیونکہ جب تک تو اس حالت پر قائم رہے گا تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ اسی طرح کا معاملہ فرمائے گا اور تیرا مددگار رہوگا۔ تو اس سے بہتر اور کیا سودا ہوسکتا ہے کہ انسان سے انسان دکھ اٹھائے اور ظلم برداشت کرے اور اللہ کا پیار اس کے بدلہ میں حاصل کر رہا ہو اور اللہ کو اپنا مددگار بنا رہا ہو۔ تو احمدی معاشرہ میں یہ باتیں داخل ہونے کی ضرورت ہے بڑی شدت کے ساتھ۔ یہ کمزوریاں ہیں جنہوں نے ہمیں دکھوں میں مبتلا کیا ہوا ہے۔

اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ساری دنیا کی تباہی اسی وجہ سے ہے کہ بدلہ لینے کا سلیقہ بھی انسان کو ابھی تک نہیں آیا۔ اگر معاف نہیں کرسکتا تو بدلہ تو اس طرح لے جس طرح رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی اور پھر عفو کا طریقہ نہیں سیکھا، پھر مغفرت کا طریق نہیں سیکھا اور اس کے نتیجہ میں ساری دنیا میں مصائب پھیلے ہوئے ہیں اور یہ بیماریاں احمدی گھروں میں بھی داخل ہو چکی ہیں۔ اگر احمدی گھر ان کو صاف نہیں کریں گے تو دنیا کے مصلح کیسے بن جائیں گے۔ دنیا تو جواب دے گی کہ

اے گنجے تو اپنے سر کی فکر کر تیرے سر پر تو بال کوئی نہیں اور تو دوائیاں بیچتا پھر رہا ہے گنج کے علاج کی۔ یہ تو زیب نہیں دیتا تجھے۔

تو بہت اہم بات ہے یہ کوئی معمولی بات اس کو نہ سمجھیں۔ اپنے گھروں سے ہر قسم کی لڑائیاں فساد ایک دوسرے پر زیادتیاں ختم کر دیں۔ عفو کا سلوک شروع کر دیں مغفرت کا سلوک شروع کر دیں۔ رحم کا سلوک شروع کر دیں اور اس کا فائدہ آپ کو بھی پہنچے گا۔ بدلہ لینے والے گھروں میں سکون کبھی نہیں میں نے دیکھا، جو دکھ ہیں بے چینی وہ جہنم میں تبدیل ہونا شروع ہو جاتی ہے، آگیں بھڑک جاتی ہیں دلوں میں، ایک جرم سے دوسرا جرم آگے بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور بعض ایسے ظالم ہو جاتے ہیں ماں باپ کہ اپنی اولاد سے بھی ایسا ظالمانہ سلوک کرتے ہیں کہ وہ واقعات سن کر بھی انسان حیران رہ جاتا ہے۔ امریکہ میں ایسے واقعات کثرت سے ہو رہے ہیں کہ مائیں اپنے بچوں کو پکڑ کر دیواروں سے مارتی ہیں اور ان کے سر پھاڑ دیتی ہیں۔ بعض آدمیوں نے ایسے مظالم کئے ہیں اپنے بچوں پر ایسے اور معمولی تعداد نہیں ہے اور ان کے پاگل پن بعضوں کے تو ایسے ہیں کہ وہ سوسائٹی سے کٹ جاتے ہیں لیکن بعض ایسے پاگل ہیں کہ آگے پھر وہ جرائم کرتے ہیں اور ان دکھوں کو پھیلاتے چلے جاتے ہیں۔ ایک نفرت دوسری نفرت میں جنم لیتی چلی جاتی ہے۔ تو ہم جب ان واقعات کو پڑھتے ہیں تو احمدی کہتا ہے کہ میں نے اس کی اصلاح کرنی ہے۔ خدا کی تقدیر کہتی ہے اس سے کہ ٹھیک ہے، تمہیں میں نے کھڑا کیا ہے اس کی اصلاح کے لئے لیکن اپنی تو کرو، اپنے گھروں کو تو جنت بناؤ، جب تک تم جنت نہیں بناؤ گے اگلی دنیا کو جنت دو گے کیسے؟ جو تمہارے پاس ہے ہی نہیں چیز وہ آگے کس طرح تقسیم کرو گے؟ اس لئے ان باتوں کو چھوٹا نہ سمجھیں۔ بہت تیزی سے وقت آ رہا ہے کہ اسلام کا غلبہ میں دیکھ رہا ہوں۔ کثرت کے ساتھ لوگ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے ہیں اور تیزی سے بڑھ رہی ہے یہ رفتار، مجھے تو یہ فکر لگی ہوئی ہے کہ ان کو سنبھالیں گے کیسے، ان کی تربیت کیسے کریں گے۔ اگر احمدی گھروں میں انہوں نے یہی مصائب دیکھے تو کیا پائیں گے وہ یہاں آ کر؟ اس لئے بڑی جلدی اس طرف متوجہ ہوں اور فکر کریں اپنی۔

آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں یہ نصیحت آپ تک پہنچا کر جہاں

تک بس چلتا ہے اپنے فرض کو پورا کرتا ہوں فرمایا:

''بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی میں میرا مذہب ہے کہ جب تک دشمن کے لئے بھی دعا نہ کی جائے پورے طور پر سینہ صاف نہیں ہوتا''۔

(ملفوظات جلد۲ صفحہ ۶۸)

یہ ہے رحم کا مقام، عفو اور مغفرت سے آگے رحم کا مقام۔ صرف یہ نہیں کہ معاف کر دیا جائے اس کے لئے دعا نہ کی جائے اس وقت تک سینہ صاف نہیں ہوتا، یہ بہت بڑا گہرا فطرت کا راز ہے۔ جب آپ دشمن کے لئے دعا کرنے کی کوشش کریں تو اس وقت آپ کو پتہ چلے گا کہ کتنا مشکل کام ہے بڑا زور لگانا پڑتا ہے پھر بھی بعض دفعہ دعا نہیں نکلتی کہ ایسا ظالم آدمی جس نے یہ حرکتیں کی ہیں اور کرتا چلا جاتا ہے اس کے لئے دعا کیسے کروں، معاف کر دیا، چلیں چھوڑ دیا اس کا پیچھا، اس سے آگے میں کس طرح بڑھ جاؤں کہ اے اللہ اس پر رحم فرما۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نکتہ بیان فرمایا کہ دعا کرو گے تو پھر یقین ہوگا کہ تمہارا سینہ صاف ہو چکا ہے اور دعا کے لئے بھی تین دفعہ کی شرط لگائی۔ جب تک کم از کم تین دفعہ تم اپنے دشمن کیلئے دعا نہیں کرتے تمہارا سینہ صاف نہیں ہوسکتا۔ اس گُر کو باہر تو الگ رہا اپنے گھروں میں تو ذرا استعمال کر کے دیکھیں۔ بیوی نے خاوند سے دکھ پایا ہو اس وقت وہ اس کے لیے دعا کرے۔ خاوند نے بیوی سے دکھ پایا ہو اس وقت وہ اس کے لئے دعا کرے۔ اپنے بچوں سے دکھ پایا ہو ان کے لئے دعا کرے۔ بچوں نے ماں باپ سے دکھ پایا ہو ان کے لئے دعا کر رہے ہوں۔ پھر دیکھیں سینے کس طرح صاف ہوتے ہیں۔

یہ عارف باللہ کا کلام ہے کسی عام انسان کا کلام نہیں ہے۔ ایک صاحب تجربہ کا کلام ہے جس کو خدا نے اس زمانہ کے لئے مامور بنایا تھا۔ وہ ان تجربوں سے گزرا ہے اور پھر یہ موتی نچھاور کر رہا ہے ہمارے اوپر اس لئے بڑی قدر کے ساتھ ان کو پکڑیں، فرماتے ہیں:

''جب تک دشمن کے لئے دعا نہ کی جاوے پورے طور پر سینہ صاف نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی سے مسلمان ہوئے۔ آنحضرت ﷺ آپ کے لئے اکثر دعا کیا کرتے تھے۔''

اس کو کہتے ہیں عارف باللہ کا کلام۔ آپ نے تاریخ میں پڑھا ہوا ہے واقعہ اور ہر بیان کرنے والا یہ بیان کرتا ہے کہ اس لئے حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے تھے کہ بہن کو اس طرح زخم پہنچا تھا وہ تلاوت کر رہی تھی تو اس کے خاوند نے اس کو مارا اور اس واقعہ نے کایا پلٹی۔ یہ ٹھیک ہے فوری محرک وہی واقعہ بنا تھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر اس طرف تھی کہ اصل تو فیصلہ عمرؓ کے مسلمان ہونے کا اس وقت ہو گیا تھا جب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے دعا کی تھی ان کے لئے۔ پھر بہانے بنتے ہیں سارے۔ پھر جو وجوہات آپ کو نظر آ رہی ہوتی ہیں یہ صرف ایک ظاہری مہرے سے ہیں جو چل رہے ہوتے ہیں، مہرہ فی ذاتہٖ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، یہ تو وہ ہاتھ ہے جو اس کو اٹھا کر رکھ رہا ہوتا ہے، وہ دماغ ہے جو یہ فیصلہ کرتا ہے کہ میں نے کونسی چال چلنی ہے۔ تو دعا ہے جو ساری چیزوں کے پیچھے ایک محرک اول ہے اور خدا کی قوت ہے جو کُــــن کا فیصلہ کر کے پھر آگے ایک تقدیر کو حرکت دے دیتی ہے، پھر ہمیں مہرے نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، آپ کے لئے اکثر دعا کیا کرتے تھے:

”شکر کی بات ہے کہ ہمیں اپنا کوئی دشمن نظر نہیں آتا جس کے واسطے دو تین مرتبہ دعا نہ کی ہو“۔

اس کلام میں آپ جانتے ہیں کہ ادنیٰ بھی مبالغہ نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمانے سے پہلے نظر ڈالی ہوگی لازماً۔ اس میں ہر قسم کا دشمن آ گیا ہوگا جو بدیوں میں، ظلم کرنے میں، گالیاں دینے میں سب سے آگے آگے تھے ان سب کی فہرست ذہن میں رکھی ہے۔ پھر فرمایا:

”شکر کی بات ہے کہ ہمیں اپنا کوئی دشمن نظر نہیں آتا جس کے واسطے دو تین مرتبہ دعا نہ کی ہو۔ ایک بھی ایسا نہیں اور یہی میں تمہیں کہتا ہوں۔۔۔۔۔ پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تمہیں چاہئے کہ تم ایسی قوم بنو جس کی نسبت آیا ہے اِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔“ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۶۸۔۶۹)

یعنی وہ ایسی قوم ہے کہ ان کا ہم جلیس بد بخت نہیں ہوتا اور ان کی نیکی اور ہمدردی سے محروم نہیں رہتا۔

تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس نصیحت کو مضبوطی سے پکڑ لیں، آپ کی

بھی اس میں خیر ہے اور ساری دنیا کی بھی اس میں خیر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ہی دنیا کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔ لیکن اگر آپ نے ان باتوں کو بھلا دیا تو آپ سے مراد پھر آپ کے وجود نہیں رہیں گے۔ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے پھر خدا اور قوم پیدا کرے گا جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوگی۔ نام تو مسیح موعود کا ہی لگ چکا ہے اس زندگی میں اس کو اب کوئی مٹا نہیں سکتا لیکن ہم میں سے اگر اکثر نے حضرت اقدس مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرف منسوب ہونے کا حق ادا نہ کیا تو پھر کچھ اور لوگ ہوں گے جو چنے جائیں گے اس لئے کیوں اس نعمت کو اپنے ہاتھ سے چھوڑتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ط (الرعد:۱۲) اللہ تو آپ کو نہیں چھوڑنا چاہتا وہ تو عفو کا سلوک کر رہا ہے۔ بہت سی ہماری غلطیوں سے صرفِ نظر فرما رہا ہے اور ہمیں ہی اس نے ابھی سامنے رکھا ہوا ہے اس لئے کیوں ایسا موقعہ پیدا کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ من ذالک، نعوذ باللہ من ذالک خدا ہمیں چھوڑ کر مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لئے کوئی اور جماعت چن لے۔ اللہ نہ کرے ایسا وقت ہو۔ خدا کرے کہ ہمیں اپنے سارے معاشرے کو قرآنی ہدایات، سنتِ نبوی ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے مطابق جنت بنانے کی توفیق نصیب ہو۔

خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا:

ایک اور بات میں کہنا چاہتا تھا کہ خشک سالی ہو رہی ہے اور اس سے خصوصاً ان غربا کو بہت تکلیف ہے جن کی فصلوں کا انحصار محض بارش پر ہے اور بہت کثرت سے ایسے بارانی علاقے ہیں اگر ان کی ایک فصل ماری جائے تو پھر وہ دو تین فصلوں تک ان زمینداروں کو وہ فصل اٹھنے نہیں دیتی۔ پہلے بھی نقصان ہو چکا ہے بارانی فصل والوں کا اس لئے خاص طور پر درد دل سے دعا کریں اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

ہمارے ربوہ کے بچے جہاں تک بس چلتا ہے گرمیوں میں لوگوں کو پانی پلاتے ہیں تو اس صفت کے چھوٹے سے جلوے میں وہ شریک ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک ان کو توفیق ملتی ہے تو وہ بچے خاص طور پر دعا کریں کہ اے اللہ ہمیں تو توفیق ملتی ہے ہم پانی پلاتے ہیں۔ تو رحم فرما ہماری اس نیکی کو قبول فرما اور لوگوں کو بخش دے، اگر ان سے ناراض بھی ہے تو انہیں معاف فرما اور بکثرت ان کے لئے

پانی کا انتظام فرما۔

افریقن بھائیوں کو بھی اس دعا میں یاد رکھیں وہاں بہت بڑی تباہی آئی ہوئی ہے۔ خشک سالی مسلسل جاری ہے۔ گھانا کے علاوہ نائیجیریا اور بھی بہت سے ممالک ہیں چاڈ، نائیجر وغیرہ تو ان کے لئے بھی خاص طور پر دعا کرتے رہیں۔